قسم کھاوے کہ اس حدیث کے تمام الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہین اور تمام الفاظ وحی الٰہی سے ہین تو اس قسم کھانے مین وہ جھوٹا ہوگا اور خود حدیثونکا تعارض جو اون مین واقع ہے صاف دلالت کر رہا ہے کہ وہ مقامات تحریف سے خالی نہین ہین پھر کیون کر کوئی مومن یہ اعتقاد رکھ سکتا ہے کہ حدیثین روایتی ثبوت کی رو سے قرآن کریم کے ثبوت سے ہم پلہ ہین کیا آپ یا کوئی اور مولوی صاحب ایسی راے ظاہر کر سکتے ہین کہ ثبوت کے رو سے جس مرتبہ پر قرآن کریم ہے اسی مرتبہ پر حدیثین بھی ہین - پھر جبکہ آپ خود مانتے ہین کہ حدیثین

٥ل تمام الفاظ کے بعینہا منقول ہونے کا کون مدعی ہوا ہے؟ ہان یہ دعوی ہے کہ صحیحین کی جملہ احادیث مرفوعہ متصلہ صحیح ہین سو اسپر قسم کہانے سے کوئی شخص جھوٹا نہین بہتا (اپنا یہ مذہب [illegible] ملیگا) آپنے تمام الفاظ کی قید لگا کر اس قسم کو جھوٹہ بنانا چاہا اور مسلمانون کو دہوکہ دیا ہے

٥ل وسے دعوی تعارض کا جواب تو ہماری تحریر ٣ مین موجود ہے - اس تعارض سے جو آپ نے تحریف کا نتیجہ نکالا ہے وہ صریح اور صاف اقرار ہے کہ آپ جملہ احادیث صحیحین کو صحیح نہین جانتے بلکہ اونکی بعض احادیث مین وضع و تحریف واقع ہونے کے قائل ہین - یہ بخاری مسلم پر اپکا دوسرا کھلا حملہ ہے -

حملہ ٢

اہلحدیث جو آپ کو اہل حدیث سمجھکر آپکے پنجہ مین پھنسے ہوئے ہین آپ کے اس دعوی تحریف کو ایمان و انصاف سے دیکھین تو آپ کو منکر صحت احادیث صحیحین جان لین اور آپ کے اس اقرار کو کہ "مین بہر دو جسم صحیحین کو مانتا ہون اور صحیح بخاری کو بعد کتاب اللہ اصح الکتب یقین کرتا اور واجب العمل جانتا ہون" جسکو آپ اونکی پرائیوٹ مجلسون اور اشتہار یکم اگست مین ظاہر کر چکے ہین - کذب و نفاق سمجھ لین - آپکا یہ اقرار تب صحیح اور دلی ہو سکتا ہے - جبکہ آپکے

اپنی روایتی ثبوت کی رو سے اعلیٰ مرتبہ ثبوت سے گری ہوئے ہین اور غایت کار مفید ظن ہین تو آپ اس بات پر کیون زور دیتے ہین کہ اسی مرتبہ یقین پر انہین مان لینا چاہئے جس مرتبہ پر قرآن کریم مانا جاتا ہے۔ پس صحیح اور سچا طریق تو یہی ہے کہ جیسے حدیثین صرف ظن کے مرتبہ تک ہین بجز چند حدیثون کے تو اسیطرح ہمین اونکی نسبت ظن کی حد تک ہی ایمان رکھنا چاہئے اور ہر ایک مومن خود سمجھ سکتا ہے کہ حدیثون کی تحقیقات روایتی نقص سے خالی نہین۔ کیونکہ اونکے درمیانی راویونکی چال چلن وغیرہ کی نسبت ایسی تحقیقات کامل نہین ہو سکے اور نہ ممکن تھی کہ کسیطرح شک باقی نہ رہتا۔ آپ خود اپنے

اس اقرار کے مخالف یہ تصریحات آپکے کلام مین نہ پائی جائین یا ان تصریحات سے آپ رجوع کا اشتہار دین۔

۵۱ مرتبہ اعلیٰ ثبوت وصحت کا جو قرآن کو حاصل ہے اسکا ادعا تو احادیث صحیحین کی نسبت کسی نے نہین کیا۔ ہان مرتبہ قرآن کے بعد جو اعلےٰ مرتبہ صحت ہی اوسیکا دعوی احادیث صحیحین کے حق مین ہمنے کیا ہے اور وہی اہل اسلام مین مسلم ہے اور طرفہ کہ آپ بھی منافقانہ طور پر اشتہار یکم اگست مین اسکو مان چکے ہین۔

پھر اسمقام مین صحیحین کی احادیث کو اعلی مرتبہ صحت سے گری ہوئی کہنا کیونکر صحیح ہے اقرار و تسلیم اشتہار یکم اگست منافقانہ نہین ہے تو اس مقام کے دعوی سقوط احادیث صحیحین کو واپس لین ورنہ مسلمان آپکے اوس اقرار کو یقیناً نفاق سمجھینگے۔ یہ اپکا احادیث صحیحین پر تیسرا حملہ ہے۔ حملہ ۳

۵۲ اس تحقیق کو آپکا ناقص کہنا اپنے عقل کے نقصان کا اظہار ہے اور اس اعتقاد نقصان کے ساتھ اپکا اشتہار یکم اگست مین صحیحین کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہنا نفاق نہین تو کیا ہے۔ یہ اپکا صحیحین پر چوتھا حملہ ہے۔ حملہ ۴

۵۳ ہو سکتی کیا ہو چکی ہے مگر آپ اس کوچہ سے محض نابلد ہین ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔

مسلمانون کو معلوم ہے کہ چلے ہین کہ احادیث کی نسبت بعض اکابر کا یہ مذہب ہوا ہے کہ ایک ملہم شخص صحیح حدیث کو بالہام الٰہی موضوع ٹھہرا سکتا ہے اور ایک موضوع حدیث کو بالہام الٰہی صحیح ٹھہرا سکتا ہے۔ اب مین آپ سے پوچھتا ہون کہ جبکہ یہ حال ہے کہ کوئی حدیث بخاری یا مسلم کی بذریعہ کسی کشف کے موضوع ٹھیر سکتی ہے تو پھر کیونکہ ہم ایسی حدیثون کو ہم پایہ قرآن کریم مان لینگے ہان یہ تو ہمارا ایمان ہے کہ ظنی طور پر بخاری اور

ع ۵ اشاعۃ السنۃ مین نہ یہ تصریح ہے کہ بعض اکابر (شیخ اکبر) نے یہ بات اتفاقی احادیث صحیحین کی نسبت کہی ہے۔ اور نہ یہ تصریح ہے۔ کہ ان اکابر کی رائے سے صاحب اشاعۃ السنۃ کو اتفاق ہے بلکہ اشاعۃ السنۃ مین صاف تصریح ہے کہ صاحب اشاعۃ السنۃ کو قول شیخ اکبر سے اتفاق نہین ہے چنانچہ ہماری تحریر عشر مین اس بیان کی تصدیق موجود ہے اور اس قول شیخ اکبر کا صحیح محل وہی احادیث معلوم ہوتی ہے جنکی صحت مین اختلاف ہو۔ لہذا اس عبارت اشاعۃ السنۃ کو اس مقام مین پیش کرنا مسلمانون کو دھوکھ دینا ہے۔

ع ۶ یہ صاف اقرار ہے کہ آپ کشف کے ذریعہ سے احادیث صحیحین کو موضوع ٹھہرانے کے مدعی ہین اب آپ کی صحت احادیث صحیحین سے منکر ہونے مین کیا کسر رہگئی ہے۔

یہ احادیث صحیحین پر مرزا کا پانچوان حملہ ہے۔

کہان ہین وہ اہلحدیث جو قادیانی کو اہلحدیث سمجھتے اور پیرو حدیث خیال کرتے ہین۔ وہ قادیانی کے اس دعویٰ کو دیکھین اور پھر انصاف سے کہین کہ اہلحدیث مین کوئی اور بھی ایسا ہے کہ جو بخاری مسلم کی حدیثون کو بذریعہ کشف موضوع ٹھہراتا ہو۔ اگر کہو کہ تم اور شیخ اکبر یہ بات کہہ چکے ہو تو اسکا جواب ابھی دیا گیا ہے کہ یہ محض کذب ہے۔ یہ بات نہ ہمنے کہی ہے نہ شیخ اکبر نے فرمائی ہے۔ چنانچہ ہماری تحریر عشر

مسلم کی حدیثین بڑے اہتمام سے لکھی گئی ہین اور غالبًا اکثر انمین صحیح ہونگی لیکن کیونکر ہم اس بات پر حلف اوٹھا سکتے ہین کہ بلاشبہ وہ ساری حدیثین صحیح ہین ۔ جبکہ وہ صرف ظنی طور پر صحیح ہین نہ یقینی طور پر تو پھر یقینی طور پر اونکا صحیح ہونا کیونکر مان سکتے ہین ۔

الغرض میرا مذہب یہی ہے کہ البتہ بخاری اور مسلم کی حدیثین ظنی طور پر صحیح ہین مگر جو حدیث صریح طور پر انمین سے مبائن و مخالف قرآن کریم کے واقع ہوگی وہ صحت سے باہر ہو جائیگی

مین تشریح ہوچکی ہے ۔ احادیث بخاری مسلم بذریعہ کشف موضوع ٹھر سکین تو پھر دنیا مین کوئی ایسی حدیث نہوگی جو کشف سے موضوع نہو سکے اس صورت مین [illegible] سب سے بڑھکر [illegible] کشف و الہام غیر نبی کا کتاب اللہ و سنت پر عرض کرنا ضروری ہے باطل ہوا جسکے اہلحدیث کیا کوئی اہل اسلام قائل نہین ۔

۵۱ غالبًا اور اکثر کی قیدین بتا رہی ہین کہ آپ بعض احادیث صحیحین کو نہین مانتے اور اس مقام مین آپ نے صاف و صریح یہ بھی کہدیا ہے کہ ہم کیونکر حلف اوٹھا سکتے ہین کہ وہ ساری صحیح ہین ۔ یہ احادیث صحیحین پر قادیانی کا چھٹا حملہ ہے ۔ قادیانی کو اہلحدیث و قائل احادیث صحیحین جاننے والو ! ۔ اب تو اقرار کرو کہ وہ اہل حدیث نہین اور وہ بعض احادیث صحیحین کی صحت کا منکر ہے ۔

۵۲ احادیث صحیحین کو مخالف و معارض قرآن ٹھرا کر صحت سے خارج کرنے کا جواب دیا گیا ہے ۔ کہ یہ محض مغالطہ ہے اور کوئی حدیث صحیح قرآن کے مخالف نہین ہوتی ۔ اور اسکی زیادہ تفصیل ہماری تحریر ۱ مین ہوگی ۔ اس قول مین قادیانی نے احادیث صحیحین پر ساتوان حملہ کیا ۔ اور یہ جتا دیا ہے کہ وہ جملہ احادیث صحیحین کو صحیح نہین جانتا ۔ قادیانی کو اہلحدیث اور قائل صحت صحیحین جاننے

آخر بخاری اور مسلم پر وحی تو نازل نہین تھی بلکہ جس طریق سے اونہون نے حدیثون کو جمع کیا ہے اس طریق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ وہ طریق ظنی ہے اور اسکی نسبت یقینی کا ادعا کرنا ادعای باطل ہے دنیا مین جو اسقدر مختلف فرقے اسلام مین خاصکر مذاہب اربعہ ان چارون مذہبون کے اماموں نے اپنے عملی طریق سے خود گواہی دیدی کہ یہ احادیث ظنی ہین چنانچہ بخاری اور مسلم کی بہت سی حدیثین امام اعظم صاحب نے چھوڑ دی ہین۔ اور اسمین کچھ شک نہین کہ اکثر حدیثین اونکو ملی ہونگی مگر

والے اسکے اس انکار کو انصاف سے دیکھکر بھی اسکو قائل صحت صحیحین کہینگے؟

ص۱۵ چارون امام احادیث صحیحین کے جمع ہونے کے وقت کہان [illegible]

[illegible]

قادیانی کی اتباع مین ایک ذرہ بھی فہم و انصاف کا مادہ ہو تو اسی ایک بات پر اسکی بے علمی یا دھوکہ بازی کے قائل ہو کر اسکی اتباع سے دست بردار ہو جائین۔

یہ کیا ہے آیندہ دھوکون کو حاشیہ نمبر ۲ وغیرہ مین دیکھو۔

ص۳و۲ یہہ دونو لفظ صاف بتا رہے ہین کہ قادیانی کو حضرت امام اعظم صاحب کیوقت مین احادیث صحیحین کے موجود ہونے اور امام صاحب کو انپر مطلع ہونے کا دعوی ہے۔ اور یہہ بات ظاہر ہے کہ احادیث صحیحین وہی احادیث کہلاتی ہین جو ان دونو کتابون مین موجود ہون اور ان دونو کے مصنفون (امام بخاری و امام مسلم) کے واسطہ سے آنحضرتؐ تک پہنچی ہون۔ اور جس حدیث کی سند و روایت مین امام بخاری و امام مسلم کا واسطہ نہو وہ بخاری مسلم کی حدیث نہین کہلا سکتی۔ لہذا امام اعظم صاحب کے وقت مین ان کتب کی احادیث کے موجود ہونے و امام صاحب

اونکی رائے مین وہ حدیثین صحیح نہین تھین۔ بہلا آپ فرماوین کہ اگر کوئی شخص بخاری کی کسی حدیث سے انکار کرے کہ صحیح نہین ہے جیساکہ اکثر مقلدین انکار کرتے ہین۔ توکیا وہ آپ کے نزدیک کافر ہو جائیگا۔ پھر جس حالت مین وہ کافر نہین ہو سکتا تو آپ کیونکر ان حدیثون کی روایتی ثبوت کے روسے یقینی عہ ٹھہرا سکتے ہین

عہ ایسا ہی قادیانی کی تحریر مین لفظ [illegible]

کوان احادیث کے پہچاننے کا دعوے کرنا ہے پہ دعوی کرتا ہے۔ کہ یہ دونو کتابین امام صاحب کے وقت مین موجود تہین۔

ناظرین اس دعوی قادیانی کو یاد رکہین اور جو ہماری تحریر نمبر ۸ کے اس اعتراض کے جواب [illegible] "آپ [illegible] جانتے کہ امام اعظم [illegible] اور صحیح بخاری کب لکہی گئی"۔ آپ نے لکہا ہے کہ "دیکہئے یہ کب کہا ہے کہ امام اعظم کے وقت مین صحیح بخاری موجود تہی"۔ اسکو پڑہنے اور دیکہنے کے وقت قادیانی کے کذب وجرأت ومغالطہ کا اندازہ کرین۔

سلہ تحریر نمبری ۸ مین ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ مقلدین مذاہب اربعہ کسی حدیث صحیحین کی صحت کے منکر نہین۔ اور انکی مخالفت بعض احادیث صحیحین سے اختلاف رای وفہم معانی وتاویل وترجیح پر مبنی ہے۔ صرف ایک آپ ہم سکل ہیں اہلسنت ہیں اہل حدیث کہلاکر بعض احادیث صحیحین کی صحت سے بعد اتفاق اہلسنت انکاری ہوئے ہین۔ صرف اس انکار کی نظر سے آپکو کافر نہین کہا گیا۔ ہان اسکا چہوٹا بہائی فاسق اور مبتدع تو ضرور کہا جائیگا۔ ہماری تحریر نمبر ۷ مین حضرت شاہ ولی اللہ وغیرہ محدثین کے اقوال ملاحظہ ہون۔

سلہ احادیث صحیحین کو ایسا یقینی کون کہتا ہے کہ انکے انکار کو کفر لازم آئے۔ جمہور علماء بظن غالب انکو صحیح جانتے ہین۔ اور امام ابن الصلاح اور انکے ہم خیال نظری

صریح وہ یقینی نہیں ہین تو اس حالت مین اگر ہم کسی حدیث کو قرآن کریم کے مخالف پاینگے اور صریح طور پر دیکھ لین گے کہ وہ قرآن کریم سے صریح طور پر مخالف ہے اور کسی طور سے تطبیق نہین دے سکینگے تو کیا ہم ایسی صورت مین قرآن کریم کی اس آیت کو ساقط الاعتبار کردین گے یا اسکی کلام الٰہی ہونے کی نسبت شک مین پڑینگے کیا کرینگے آخر یہی تو کرنا ہوگا کہ اگر ایسی حدیث کسی طور سے کلام الٰہی سے تطبیق نہین کہائیگی تو اوسکو بغیر خوف زید اور عمرو کے وضعی قرار دینگے۔ بلاشبہ آپکا نور قلب اس بات پر شہادت دیتا ہوگا کہ صحیحین

یقینی کہتے ہین۔ لہذا انکے انکار سے فاسق اور مبتدع ہونا لازم آتا ہے۔ اور اس [illegible] کیوں دعوی نہین ہے

۱ھ ایک حدیث صحیح دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہین ہوتی چہ جائیکہ مخالفِ قرآن ہو۔ حدیث صحیح کو قرآن کے مخالف قرار دینا ان ہی لوگون کا کام ہے۔ جو اس حیلہ سے حدیث صحیح کو موضوع بنانا چاہتے ہین جیسا کہ آپنے کیا ہے۔ آپ بار بار احادیث صحیحین کو مخالف قرآن ٹھہرا کر ساقط الاعتبار بناتے ہین۔ اور اپنا منکر احادیث ہونا ثابت کر رہے ہین جسکا جواب بھی آپکو کئی بار دیا گیا ہے۔ یہ آپکا احادیث صحیحین پر آٹھوان حملہ ہے۔

۲ھ بلا خوف زید و عمرو کیون کہتے ہین۔ بلا خوف خدا کہین۔ بار بار احادیث صحیحین کو مخالف و معارض قرآن کہنے سے آپکی غرض یہی تھی کہ ان احادیث کو موضوع قرار دین سو آپنے حاصل و ظاہر کی ہے۔ اور آپ کے منہ سے یہ بات صاف نکل گئی کہ بخاری و مسلم کی احادیث کو آپ موضوع کہینگے۔ یہ آپکا احادیث صحیحین پر نوان حملہ ہے۔

اپنے روایتی ثبوت کے رو سے کسی طور سے قرآن کریم سے مقابلہ نہین کر سکتین - اسی وجہ سے گو وہ وحی الٰہی ہی ہون نماز مین بجاے کسی سورت کے انکو نہین پڑھ سکتے - اور ایک نقص حدیثون مین یہ بھی ہے - کہ بعض حدیثین اجتہادی طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہین اسی وجہ سے انمین باہم تعارض ہو گیا ہے جیسا کہ ابن صیاد کے

قادیانی کو اہلحدیث و قائل صحت احادیث صحیحین جاننے والو ! - اس لفظ کو پڑھو اور بتلاؤ کہ اب بھی اسکو اہلحدیث کہو گے ؟ او صحیحین کی صحت ماننے والا جانو گے -

سلہ اسکا نتیجہ بجز اسکے اور کیا ہو سکتا ہے - کہ حدیث عین قرآن اور وحی [illegible]

حدیث عین قرآن ہے اور بجاے قرآن اسکو نماز مین پڑھ سکتے ہین - صرف یہی کہا ہے کہ حدیث قرآن کی مانند واجب العمل ہے - پھر اس بات کی کہنے سے بجز دھوکہ دہی عوام کیا فائدہ متصور ہے -

سلہ لفظ اجتہاد سے جو مراد اپنی تحریر نمبر ۵ مین بیان کی ہے اوس مراد سے احادیث متعلق ابن صیاد دجال اجتہادی نہین ہو سکتین - اسکی تفصیل حواشی تحریر قادیانی نمبر ۵ و ۸ مین ہو گی -

[illegible] صفحہ آئندہ

احادیث صحیح مسلم مین وجود تعارض کا دعوے کرنا (جو آپکے نزدیک موضوع ہونے کی دلیل ہے) احادیث صحیح مسلم پر دسوان کھلم کھلا حملہ ہے - اور اس تعارض کا ادعا محض کذب ہے - جس حدیث مین ابن صیاد کو دجال کہا گیا ہے وہ حدیث تمیم داری کے مخالف و معارض نہین - اور نہ کسی اور حدیث صحیح کی معارض ہے -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اسپر

دجال معہود ہونے کی نسبت جو حدیثین ہین اون حدیثون سے صریح اور صاف طور

پر ساقط ہین جو گرجا والے دجال کی نسبت ہین جس کا راوی تمیم داری ہے ۔ اب ہم

ان دونو حدیثون مین سے کس حدیث کو صحیح سمجہین دونو حضرت مسلم صاحب کی صحیح

مین موجود ہین ۔ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت یہان تک وثوق پایا جاتا ہے

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو قسم کھا کر بیان کیا کہ

دجال معہود یہی ہے ۔ تو آپ چپ رہے ہرگز انکار نہین کیا ۔ اور ظاہر ہے کہ نبی کا قسم

کہانے کے وقت مین چپ رہنا گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قسم کہانا ہے ۔ اور

پھر ابن عمر رضہ کی حدیث مین صریح اور صاف لفظون مین موجود ہے کہ انہون نے

قسم کہا کر کہا کہ مسیح دجال معہود یہی ابن صیاد ہے ۔ اور پھر جابر رضہ نے بھی قسم کہا کر کہا

کہ دجال معہود یہی ابن صیاد ہے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ بھی فرمایا کہ مین

اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت ڈرتا ہون ۔ پھر ایک اور حدیث

قسم نہین کھائی کہ ابن صیاد دجال موعود ہے اور نہ آنحضرت نے اس مضمون کی

قسم پر سکوت کیا ۔ اونکی قسم اور آنحضرت م کا سکوت تو صرف ابن صیاد کو دجال

کہنے پر تھا ۔ جسکے معنے یہ کئے گئے ہین کہ ابن صیاد منجملہ اون تیس دجالون کے

ایک دجال ہے جنکے خروج کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تہی ۔ ایسا ہی

حضرت جابر رضہ کا ابن صیاد کو دجال کہنا ہے ۔ اسمین بہی یہ تصریح نہین کہ ابن صیاد

دجال موعود ہے رہا حضرت ابن عمر رضہ کا ابن صیاد کو مسیح دجال کہنا سو یہ حضرت

ابن عمر رضہ کا اپنا قول موقوف ہے جو حدیث مرفوع تمیم داری وغیرہ کا معارض نہین ہو سکتا

۵۴ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آپنے نقل کیا ہے کہ آپنے فرمایا ہے کہ "مین

ابن صیاد کے دجال موعود ہونیسے ڈرتا ہون" یہ ایک سفید جھوٹ ہے جسکا ثبوت

آپ سے طلب کیا گیا تو اخیر تحریر تک کچہ نہ بتایا اور جو کہا اوسمین افترا سے کام

مسلم مین ہے جسمین لکھا ہے کہ صحابہ کا اسپر اتفاق ہو گیا تھا کہ دجال معہود ابن صیاد ہی ہے۔ لیکن فاطمہ رض کی حدیث تمیم داری والی جو اسی مسلم مین موجود ہے صریح اسکے مخالف ہے۔ اب ہم ان دو نو دجالون مین سے کسکو دجال سمجھین۔ صدیق حسن صاحب

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ

لہ

آپکا یہ دعوے بھی محض کذب ہے۔ کہ مسلم کی ایک حدیث مین لکھا ہے کہ صحابہ کا اسپر اتفاق ہو گیا تھا کہ دجال موعود ابن صیاد ہی ہے۔ صحیح مسلم مین اس مضمون کی کوئی حدیث موجود نہین۔ قادیانی سے اسکا ثبوت طلب کیا گیا۔ تو اسنے بھی کوئی پتہ نہین دیا جس سے اسکا دعوے ثابت ہو جو کہ اسی اسکا اور بھی کذب ثابت ہوا۔ اسکا مفصل بیان ہماری تحریر نمبری مین ہو چکا ہے

سکہ یہ محض کذب و افترا ہے اور یہ قادیانی اور اوسکی اتباع و احباب کے دجال و کذاب ہونے پر ایک روشن دلیل ہے۔ نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم نے ابن صیاد اپنی کتاب حجج الکرامہ فی آثار القیامہ کے صفحہ ۴۱۶ مین ابن صیاد کے دجال موعود ہونے کے باب مین صحابہ رض سے دو قول نقل کر کے فتح الباری شرح صحیح بخاری سے احادیث جابر بن عبد اللہ و عبد اللہ ابن عمر و ابو سعید خدری و قسم حضرت عمر رض بحضور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نقل کئے ہین۔ پھر صفحہ ۴۱۷ مین صاحب فتح الباری حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے کہ یہ احادیث اسباب مین نص (یعنے بیان واضح) نہین کہ ابن صیاد دجال موعود ہے۔ پھر نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن صیاد کے باب مترددرہنا (یعنے حضرت عمر رض کو ارادہ قتل ابن صیاد کے وقت یہ فرمانا کہ اگر ابن صیاد دجال موعود ہے تو تجھے اسکے قتل پر قدرت نہو گی۔ اور اگر یہ اور ہے تو اسکا قتل کرنا

کے دجال ہونے کو ترجیح نہین دی اور حدیث تمیم داری کی تضعیف کی ہے ۳

جیسا کہ میرے ایک دوست نے بیان کیا ہے ابن صیاد کی حدیث کو ترجیح دیتے

اچھا نہین) تمیم داری کا قصہ سننے سے پہلے تھا - اور پھر جب تمیم داری
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکا حال سن لیا تو آپکو یقین ہو گیا
کہ دجال موعود وہی شخص ہے جو جزیرہ مین محبوس ہے - اور تمیم داری اُسکو دیکھ
آیا ہے - پھر حدیث تمیم داری کی نسبت فتح الباری سے نقل کیا ہے - کہ
اس حدیث کی راوی صرف فاطمہ بنت قیس ہی نہین ہے - بلکہ ابو ہریرہ
وعائشہ وجابرؓ بھی اس حدیث کی روایت مین فاطمہ کے ساتھہ شریک
ہین - پھر ان اصحاب کی روایات حدیث تمیم داری کو کتب محدثین سے
نقل کرکے [illegible] سے نقل [illegible] ہے - اسکے بعد
صحیح مسلم سے پوری حدیث تمیم داری نقل کرکے ص۴۱۸ مین بیہقی سے
نقل کیا ہے - کہ دجال کہن سال بڈھا ہے - پھر اس حدیث کی سند کی
صحت نقل کرکے بیہقی سے نقل کیا ہے - کہ دجال اکبر جو آخیر زمانہ مین
پیدا ہوگا ابن صیاد کے سواے کوئی اور شخص ہے - اور ابن صیاد منجملہ
دجالین کذابین جنکے خارج ہونے کی آنحضرت صلعم نے خبر دی ہے - ایک دجال
ہے - اور جو لوگ ابن صیاد کو دجال سمجھتے تھے انہون نے قصہ تمیم داری
نہ سنا تھا - پھر صفحہ ۴۱۹ مین اسکے موئیدات فتح الباری سے نقل کرکے
کہا ہے - اینست ملخص کلام فتح الباری وحاصلش اصح بودن دجال غیر
ابن صیاد ست بوجہ آنکہ اعور باشد واز یہود باشد ودر یہودیہ ساکن بود
الے غیر ذلک - واحادیث ابن صیاد ہمہ محتمل ست وحدیث جساسہ
نص ست پس مقدم باشد ودر اشاعۃ گفتہ ومؤید مرجح بودن او

ہین اور تمیم داری کی حدیث کو اپنی کتاب آثار القیامہ مین ضعیف قرار دیتے

[illegible]

غیر ابن صیاد ست یا کہ قصہ تمیم داری متاخر ست از قصۂ ابن صیاد پس ہمچو* ناسخ باشد برای او و نیز وقت اخبار آنحضرت صلعم باآنکہ دجال در بحر شام یا بحر یمن لا بلکہ از طرف شرق برآید ابن صیاد در مدینہ بود پس اگر وی دجال می بودی فرمود کہ وی در مدینہ ست و نتوان گفت کہ این حرف بآن جہت نفرمود کہ مبادا او را بکشند وخبر داد بانجام کار او زیرا کہ قتل شخصی قبل از اجل او نمی تواند شد۔ و مقدر آنست کہ قاتل وی نبی خدا عیسے بن مریم علیہ السلام ست و اگر ہم چنین مے بود بیان می کرد آنحضرت ضئضئ* خوارج را۔"

اس مضمون آثار قیامت اور عبارت نواب صاحب مرحوم کو قادیانی اور اسکا کذب درست نکلا تسلیم شدہ ہوں تو بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے اور کیا کہا جائے۔ مضمون و عبارت مذکور صاف پکار رہی ہے۔ کہ نواب صاحب مرحوم نے ابن صیاد کے دجال ہونے کو ترجیح نہین دی اور نہ حدیث تمیم کی تضعیف کی ہے۔

---

* ہمچو ناسخ یعنے ناسخ کی مانند یعنے اسکو بے اعتبار کرنے والا یا اسلئے کہا ہی کہ حقیقۃً نسخ اخبار مین نہین ہوتا۔ ناسخ کی مانند اسلئے ہوا کہ اس روایت تمیم نے ان روایات کو جنسے اسکے خلاف کا وہم پیدا ہوتا تھا بے اعتبار وکان لم یکن کر دیا۔ حاشیۃ الحاشیہ

* ضئضئ یعنے اصل۔ یہ کلمہ بعض خارجیون کے حق مین آپنے فرمایا تھا۔ کہ اسکے اصل یعنے نسل سے ایسے لوگ پیدا ہونگے جو دین سے خارج ہونگے حاشیۃ الحاشیہ

بیچ میں پیر جال اب یہ مصیبت اور رونے کی جگہ ہے یا نہیں کہ ایک ہی کتاب میں جو بعد بخاری کے اصح الکتب سمجھی گئی ہے دو متعارض حدیثیں ہیں جب کہ ہم ایک کو صحیح مانتے ہیں تو پھر دوسری کو غلط ماننا پڑتا ہے۔ ماسوا اسکے تمیم داری کی حدیث میں صاف

اقول آپکا یہ رونا اور اظہار مصیبت و ماتم کرنا اس امر کا صریح اقرار ہے۔ کہ آپ صحیح مسلم ان احادیث کو جنمیں ابن صیاد اور دجال کا ذکر ہے باہم متعارض و مخالف جانتے ہیں۔ اور بنائٌ علیہ حدیث تمیم داری کو جسمیں ابن صیاد کے سوا کسی اور شخص کو دجال کہا گیا ہے غلط و موضوع قرار دیتے ہیں۔ اس تعارض اور غلطی کا آپ یقین نہ رکھتے تو یہ رونا نہ روتے اور ماتم نہ کرتے بلکہ یقین اور وثوق کے ساتھ یہ کہتے کہ ان سب احادیث میں ایک ہی دجال ابن صیاد مراد ہے۔ لہذا یہ سب احادیث باہم متوافق اور صحیح ہیں۔ آپکا یہ ماتہ کھنا اور بر خلاف اسکے ان احادیث کے تعارض پر نوحہ کرکے ایک حدیث تمیم داری کو غلط قرار دینا صاف یقین دلاتا ہے۔ کہ اس حدیث کو آپ غلط موضوع جانتے ہیں یہ احادیث صحیح مسلم پر آپ کا گویا رہوان حملہ ہے۔

قادیانی کو اہلحدیث جاننے والے آپ کے اس ماتم کو دیکھیں اور بہر انصاف سے کہیں کہ آپ صحت احادیث صحیحین کے قائل ہیں یا منکر اور اشتہار یکم اگست میں آپکا اقرار تسلیم احادیثِ صحیحین دلی اقرار ہے یا منافقانہ اظہار۔

اب آپ کی اس مصیبت پر جسپر آپ رونا روتے ہیں تعزیت کیجاتی ہے۔ کہ یہہ مصیبت آپکی خیالی مصیبت ہے نہ واقعی مصیبت۔ کیونکہ واقع اور حقیقت میں تمیم داری کی حدیث میں اور ان احادیث میں جنمیں ابن صیاد کو دجال کہا گیا ہے کوئی تعارض نہیں۔ حضرت عمر و حضرت جابرؓ نے تو ابن صیاد کے

لفظون مین لکھا ہے کہ وہی دجال جو تمیم داری نے دیکھا تھا کسی وقت خروج کرے گا۔ لیکن اسی مسلم کی حدیثین صاف صاف ظاہر کر رہی ہین کہ سو برس کے عرصے تک کوئی شخص زندہ نہین رہیگا۔ بلکہ پہلی حدیث مین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کہا کر بیان فرمایا ہے کہ اس وقت سے سو برس تک کوئی جاندار زمین پر زندہ نہین رہیگا۔ اب اگر ابن صیاد اور گرجا والا دجال جاندار اور مخلوق ہین تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ مر گئے ہون۔ اب یہ دوسری مصیبت ہے کہ دونو حدیثون کے صحیح ماننے سے پیش آتی ہے۔ آپ فرماوین کہ ہم کیونکر ان دونو کو باوجود سخت تعارض کے صحیح مان سکتے ہین۔ پس اب بجز اسکے اور کیا راہ ہے کہ ہم ایک حدیث کو غیر صحیح کہین غرض کہانتک

دجال معہود ہونے کا ذکر ہی نہین کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسکو مسیح دجال کہا ہے سو یہ اونکا قول موقوف ہے جو حدیث مرفوع تمیم داری کا معارض نہین ہوسکتا چنانچہ حواشی ص۲۳۷ مین بیان ہوا۔ پھر یہ مصیبت کیا ہے اور یہ رونا کیسا

یہ مصیبت پر مصیبت کا اظہار اور سخت تعارض احادیث صحیح مسلم کا اشتہار اور عدم تسلیم صحت احادیث ایک جانب کا اقرار صاف اقبال ہے کہ آپ صحیح مسلم کی حدیث تمیم داری کو صحیح نہین جانتے اور جو اشتہار یکم اگست مین تسلیم صحت کا اقرار کرتے ہین وہ منافقانہ اقرار ہے آپکا دلی اعتقاد یہی ہے جو بار بار آپ کے موہنہ پر آتا ہے۔ یہ آپکا احادیث صحیح مسلم پر بار ہوا ان حملہ ہے۔ قادیانی کو اہلحدیث جاننے والے ایمان و انصاف کو کام مین لاکر کہین کہ وہ صحیح مسلم کی جملہ احادیث کو صحیح جانتا ہے؟ ہرگز نہین۔ اس مصیبت بار دوم پر دوبارہ انکی تعزیت کیجاتی ہے۔ کہ یہ مصیبت بہی آپکی خیالی مصیبت ہے نہ واقعی مصیبت

بیان کیا جائے

اور جن احادیث میں صحیح مسلم مین یہ ذکر ہے کہ سو برس کے بعد زمین پر کوئی زندہ نرہیگا۔ وہ حدیث تمیم داری کی معارض و مخالف نہین ہے۔ ان احادیث مین ان ساکنین مدینہ یا زمین عرب کا جو اسوقت تک پیدا ہو چکے تھے حال وفات بیان ہوا ہے نہ کل زمین کے ساکنین کا یا ساکنین بحر و جزائر کا اور حدیث تمیم داری مین جس دجال کا قرب قیامت تک زندہ رہنا بیان ہوا ہے وہ عرب کی زمین مین نہین بلکہ سمندر کے ایک شرقی جزیرہ مین ہے۔ پہر ان احادیث مین اور حدیث تمیم داری مین تعارض کہان ہوا۔ ان احادیث مین زمین سے خاص کر زمین عرب کا مراد ہونا ایسا ہے جیسا کہ آیہ منقولہ حاشیہ مین زمین سے محاربین کا وطن ہا

انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ان یقتلوا او یصلبوا ان تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض۔ مائدہ ع ۵ ۔	اور اس زمین سے نکالدینے سے انکو جلاوطن کرنا مراد ہے

محدثین کرام ان احادیث کے یہی معنے کرتے ہین اور بنائً علیہ ان احادیث کے حکم سے حضرت خضر و حضرت عیسیٰ اور ملائکہ علیہم السلام اور ابلیس علیہ اللعنۃ کا مستثنے ہونا بیان فرماتے ہین۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین فرمایا ہے کہ ان (سو برس والی) احادیث سے بعض شاذ و نادر محدث لوگون نے حضرت خضر کی موت پر استدلال کیا ہے۔ مگر جمہور محدثین اُنکو زندہ سمجھتے ہین۔ اور ان احادیث کے یہ معنے بیان

وقد احتج بھذا الاحادیث من شذ من المحدثین فقال الخضر علیہ السلام میت والجمہور علی حیوتہ کما سبق فی باب فضائلہ ویتاولون	کہتے ہین کہ (ان مین زمین کے باشندون کا حال بیان ہوا ہے) اور حضرت خضر دریا مین رہتے تھ

جسقدر بعض احادیث مین تعارض

هذه الاحاديث على انه كان على البحر لا على الارض او انما عام مخصوص
(شرح مسلم صفحہ ۲۱۳ ج ۱-)

یا ان احادیث مین عام لوگو نکا حال بیان ہوا ہے جنسے حضرت خضر کے مخصوص و مستثنے ہین۔

اور قسطلانیؒ نے شرح بخاری مین فرمایا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

لا يبقى ممن هو على ظهر الارض احد ممن ترونه او تعرفونه عند مجيئه او المراد الارض التي نشأ بها ومنها بعث كجزيرة العرب المشتملة على الحجاز وتهامة ونجد فهو على قوله تعالى او ينفوا من الارض اى بعض الارض التي صدرت الجناية منها فليست ال للاستغراق وبهذا يندفع قول من استدل بهذا الحديث على موت الخضر كالمؤلف او يحتمل ان يكون الخضر غير هذه الارض المعهودة ولئن سلمنا ان ال للاستغراق فهو لا احد عموم يحتمل اذ على وجه الارض الجن والانس والعمومات يدخلها التخصيص بادنى قرينة
(قسطلانی صفحہ ۳۲ ج-۱-)

اس قول سے کہ کوئی پشت زمین پر نرہے گا یہ مراد ہے کہ جنکو تم دیکھتے ہو یا جب وہ تمہاری [illegible] آوین تو تم اسکو پہچان لو وہ لوگ فوت ہوجائینگے۔ یا یہ مراد ہے کہ اس زمین کے لوگ فوت ہوجائین گے جسمین آپ پیدا ہوے۔ اور نبی ہو کر آئے یعنے جزیرہ عرب جسمین حجاز۔ تہامہ نجد۔ تینون حصہ شامل ہین (اس صورت) مین یہ قول نبوی ایسا ہے جیسا یہ قول خداوندی ہے۔ کہ محاربین زمین سے نکال دیئے جائین۔ جس سے یہ مراد ہے کہ وہ اس زمین سے نکالے جاوین جسمین اُنسے جرم بغاوت صادر ہوا ہو۔ اس صورت مین الف و لام استغراق کے لئے نہین ہے۔ یعنی جو تمام حصص زمین کو شامل ہو

و تخالف پایا جاتا ہے

اس تقریر سے ان محدثین کا قول جو اس حدیث سے حضرت خضر ؑ کی موت پر استدلال کرنے مین رد ہوتا ہے۔ کیونکہ انکے جواب مین یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اسوقت حضرت خضر ؑ زمین عرب مین نہ تھے اور اگر ہم یہ بھی بطور فرض مان لین کہ یہ الف لام استغراق کے لئے ہے تو پھر یہ کہ سکتے ہین کہ حضرت خضر ؑ اس سے مستثنے ہین"

عینی نے شرح بخاری مین کہا ہے۔ کہ اس حدیث مین زمین سے

وقیل اراد النبی ص بالارض البلدة التی هو فیها وقال تعالی الم تکن ارض الله واسعة یرید المدینة۔
(عینی شرح بخاری)

وہ شہر (مدینہ) مراد ہے جسمین آن حضرت صلعم موجود تھے۔ چنانچہ [illegible] اس قول خداوندی سے کہ کیا خدا کی زمین فراخ نہ تھی۔ مدینہ مراد ہے۔

بخاری کی بعض شروح مین ہے۔ کہ اس حدیث مین زمین کا لفظ کہنے سے

قوله ظهر الارض احترازا عن الملائکة وعیسی علیهم السلام واحتج به البخاری وغیره علی موت خضر۔ والجمهور علی خلافه واجابوا بانه عام مخصوص البعض او کان فی البحر ولا یعترض بهاروت وماروت لانهما لیسا بشر وکذا الجواب فی ابلیس قال العینی لا یعترض بالدجال لان المراد ممن هو علی

ملائکہ اور حضرت عیسیٰ جدا ہوئے۔ بخاری نے اس حدیث سے حضرت خضر کی وفات پر استدلال کیا ہے مگر جمہور محدثین اسکے مخالف ہین اور وہ کہتے ہین کہ یہ ایک عام بات فرمائی ہے جس سے حضرت خضر ؑ مخصوص ہین۔ یا یہ کہ اسمین زمین والونکا حال بیان ہوا ہے۔ اور

اوس کے بیان کرنے

ظہر الارض امتہ امتہ اجابتہ کانت اودعوۃ و عیسی و خضر لیسا داخلین فی الامتہ والشیطان لیس من بنی ادم (ہامش بخاری ص)	حضرت خضر دریا مین ہین۔ ہاروت وماروت کے موجود ہونے سے بہی بیان اعتراض نہین پڑتا۔ کیونکہ وہ دونو بشر نہین۔ ایسا ہی ابلیس کے

موجود ہونے پر اعتراض کا جواب ہے۔ عینی نے کہا ہے کہ بہت با وجہ جواب یہ ہے اس حدیث مین آنحضرت صلعم نے اپنی امت کا حال بیان کیا ہے۔ اور حضرت عیسی وحضرت خضر اس امت سے نہین ہین۔ اور شیطان جو موجود ہے تو وہ بنی آدم سے نہین ہے۔

قادیانی نے اپنے اس قول کی شرح مین زبانی یہ تقریر کی تہی کہ یہ بات کہ سو برس کے بعد کوئی جاندار زمین پر نرہیگا۔ آنحضرتؐ نے سوال قیامت کے جواب مین فرمائی تہی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث مین قیامت قائم ہونے اور تمام زمین کے زندہ اشخاص کے مرجانے کی خبر دی گئی ہے۔

یہ بات آپؔ نے خسر دوم منشی ناصر نواب کو بہی زبانی کہی تہی اور اسکی تصدیق کے لئے مشکوۃ کے صفحہ ۴۷۰ مین ایک حدیث دکہاکر اسکا مطلب یہ سمجہایا تہاکہ آنحضرت صلعم سے لوگون نے وقت قیامت سے سوال کیا تو آپنے یہ فرمایا کہ سو برس کے بعد زمین پر کوئی نرہیگا۔ اس کے بعد زبانی تقریرمیں قادیانی صاحب نے فرمایا تہا کہ اس قول نبوی سے زمین سے کوئی خاص زمین مراد ہو تو یہ قول سوال قیامت کا جواب نہین بنتا۔ کیونکہ کسی ایک زمین کے زندہ اشخاص کے فوت ہوجانے سے قیامت کا قائم ہونا ثابت نہین ہوسکتا۔ قیامت تب ہی

کے لئے تو ایک

تمام ہو جیکہ تمام زمین پر کوئی زندہ نہ ہے۔

اس تقریر مین قادیانی نے مسلمانان حاضرین مجلس اور اپنی **دام افتادہ**
خسر بیچارہ منشی ناصر نواب کو **دھوکا دیا** اور اس دھوکے سے اپنا
دجال ہونا خوب ثابت کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ سو برس
کے بعد کوئی جاندار نفس زمین پر نہ رہیگا۔ سوالِ قیامت کا جواب ہرگز نہین ہے
یہ قول سوال قیامت کا جواب ہوتا تو پھر کیا ممکن تھا کہ سو برس کے بعد
کوئی زمین پر زندہ رہتا اور آنحضرتؐ کی پیشین گوئی مین تخلف ہوتا۔
اور [illegible] ہرگز نہین ہے [illegible] آپ نے سوال قیامت
کے جواب سے اعراض و انکار کر کے فرمایا تھا۔ لوگون نے آپ سے وقت
قیامت سے سوال کیا۔ آپنے جواب مین وقت قیامت سے اپنی لاعلمی کا
اظہار کیا اور صاف فرما دیا کہ وقت قیامت کا علم تو مجھے نہین ہے۔ یہ علم تو
خدا تعالےٰ ہی سے مخصوص ہے۔ ہان مین یہ بات قسم سے کہتا ہون کہ
جو لوگ آج کے دن تک زمین پر موجود ہو چکے ہین وہ سو برس کے بعد زندہ
نہ رہین گے۔

اصل **حدیث** یہ ہے جو صحیح مسلم کے صفحہ ۳۱۰ مین ہے اور وہی
حدیث مشکوۃ مین بصفحہ ۴۰۲ منقول ہے **عن** جابر بن عبد اللہ سمعت
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان یموت بشھر تسألونی عن الساعۃ
وانما علمھا عند اللہ واقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسۃ
تاتی علیھا مائۃ سنۃٍ وھی حیۃ یومئذٍ۔

رسالہ چاہیئے

اسحدیث کا مطلب وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہین - اس حدیث سے آنحضرت ؐ کا مقصود یہ ہے کہ آپ کے اہل قرن (ہم عصر لوگ) سو برس تک گزر جاوینگے نہ یہ کہ تمام دنیا کے لوگ سو برس تک مرجاوینگے - اور قیامت برپا ہوگی - چنانچہ اسی کتاب صحیح مسلم مین حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے - کہ لوگ جو اسمین

قال ابن عمر فوهل الناس فے مقالة رسول الله صلی الله علیه وسلم تلك فیما یتحدثون من هذه الاحادیث عن مائة سنة وانما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یبقی ممن هو الیوم علی ظهر الارض احدٌ یرید بذلك ان ینخرم ذلك القرن - (صحیح مسلم صفحہ ۳۱۶)

سو برس کے بعد قیامت آنے کی باتین کرتے ہین اسمین وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے معنے سمجھنے [illegible] علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا تھا کہ جو آجتک پیدا ہو چکے ہین وہ سو برس کے بعد نہ رہینگے جس سے آپکا مقصود یہ تھا کہ آپ کا قرن سو برس کے بعد گزر جائے گا -

یہ قول ایک جلیل الشان صحابی (ابن عمرؓ) کا ہی اسباب مین **نص** ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول سوالِ قیامت کا جواب نہین تھا - اور اس سے قیامت برپا ہونے کی خبر دینا مقصود نہ تھا - بلکہ بیان انقضاء قرن مقصود تھا - اور جب اس قول سے جواب سوال قیامت مقصود نہوا تو پھر اس سے تمام زمین کے زندہ اشخاص کا فوت ہوجانا مراد ٹھہرانا ضروری نہوا - کیونکہ یہ قول قادیانی اسی صورت مین ضروری تھا جبکہ یہ قول سوال قیامت کا جواب ہوتا - اور اس سے قیامت ہونے کی خبر دینا مقصود حضرت رسالت ہوتا -

مگر اس جگہ

لفظ قرن کو (جسکے گزر جانے کا بیان بقول حضرت ابن عمرؓ مقصود حضرت رسالت تہا) دیکھا جائے تو اس سے بہی تمام زمین کے لوگون کا مراد نہونا ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کے اہل قرن وہی لوگ کہلاتے جو آپ سے شرف صحبت و ملاقات رکھتے تھے نہ تمام دنیا کے لوگ حدیث مشہور خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم مین آنحضرتؐ نے اپنے قرن والون کو بہترین اہل زمانہ فرمایا ہے۔ پھر انکو جو انکے قریب ہون پر انکو جو انسے متصل ہون۔ اور اس قول سے ان تینون زمانون کے تعامل علما کو حجت ٹھہرایا ہے۔ کیا اس حدیث مین [illegible] خواہ ایشیا مین ان تین زمانون کے تمام دنیا کے لوگون کو (یورپ مین ہون خواہ ایشیا مین یا امریکہ و چین وغیرہ مین) آنحضرتؐ نے بہتر کہا اور ان کے تعامل کو حجت ٹھہرایا ہے۔ ہرگز نہین۔

مجمع البحار جلد سوم کے صفحہ ۱۲۰ مین نہایہ جزری سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت

قرنہ اصحابہ علی الصحیح وقیل قرنہ ما بقیت عین رأتہ والثانی ما بقیت عین رأت من رآہ والثالث کذلک مجمع البحار	کا قرن بنابر قول صحیح آپکے اصحاب تھے بعض کا قول ہے کہ آنحضرت کا قرن اسوقت تک ہے کہ آپ کو دیکھنے

والی آنکھ رہے۔ دوسرا قرن اسوقت تک ہے کہ آپکو دیکھنے والون کو دیکھنے والی آنکھ رہے۔ ایسا ہی تیسرا قرن ہے۔

[illegible] سے مجمع البحار جلد ثالث کے صفحہ ۱۲۷ مین طیبی سے نقل کیا ہے

قرنہ اصحابہ والثانی ابناؤہم	کہ آپکا قرن آپ کے اصحاب تھے۔

اسی قدر کافی ہے

والثالث ابناء ابنائهم وقيل كل طبقة مقترنين في وقت ما وفي الصحيح ان قرنه الصحابة والثاني التابعون والثالث تابعوهم وقد ظهر ان مدة مابين البعثة الى اخر من مات من الصحابة مائة وعشرون بالتقريب وان نظر الى وفاته كان مائة او اقرن التابعين فان اعتبر من سنة مائة كان نحو خمسين فظهر ان مدة القرن مختلف باعتبار اعمار اهل كل زمان۔ واتفق ان اخر اتباع التابعين من عاش الى عشرين ومأتين وفيه ظهر البدع ظهورًا فاشيًا واطلقت المعتزلة السنتها ورفعت الفلاسفة رؤسها

دوسرا قرن اونکے بیٹے۔ تیسرا قرن اونکے پوتے۔ بعض کا قول ہے۔ قرن وہ لوگ ہین جو کسی وقت مین ملے ہون۔ مگر صحیح یہ تفسیر ہے کہ آنحضرت کا قرن آپ کے اصحاب ہین۔ دوسرا قرن تابعین کا۔ تیسرا قرن تبع تابعین کا۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ [illegible] آنحضرت صلعم کے مبعوث (نبی) ہونے کے وقت سے آخری صحابی کی موت تک تقریبًا ایکسو بیس برس ہوتے ہین اور اگر آنحضرت کے سال وفات سے (جس سے ایک مہینہ پیشتر آپنے وہ قول سو برس تک کسی کے زندہ نرہنے کا فرمایا تھا چنانچہ صحیح مسلم مین بصفحہ ۳۱۰ اور مشکوۃ مین بصفحہ ۴۷۲ تصریح ہے) حساب کیا جاوے تو ایک سو برس ہوتے ہین تابعین کا قرن اس سو برس کے بعد سے شمار کیا جائے تو تقریبًا اور ستر برس تک ختم ہوتا ہے۔ اور تبع تابعین کا قرن اسکے بعد سے شمار کیا جائے تو تقریبًا اور پچاس برس تک ختم ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ قرن ہر ایک زمانہ والون کی عمر کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے۔ اور اسپر اتفاق ہے کہ آخری تبع تابعین

اب ظاہر ہے کہ اگر تمام حدیثیں روایت کے طور سے یقینی الثبوت ہو جائیں تو یہ خرابیاں ان کا ہیکو پڑتیں ابین خیال کرتا ہون کہ مین

دو سو بیس برس تک زندہ رہا ہے۔ اسکے بعد بدعت و فساد کا عام شیوع ہو گیا۔ معتزلہ نے زبان کو کھولا۔ فلاسفہ نے سر اٹھایا وغیرہ وغیرہ"

ان عبارات کی شہادت سے صاف ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کے قرن سے جسکے گذرجانے کی بقول حضرت ابن عمر آنحضرت نے اس قول مین خبردی تھی صحابہ مراد ہین۔ جو عرب وغیرہ بلاد کی زمین مین رہتے تھے آنحضرت نے اس قول مین ان ہی کے فوت ہو جانے کی خبر دی تھی نہ تمام دنیا کے لوگونکی۔ آپ کے قرن سے سارے دنیا کے لوگون کو مراد ٹھرایا جائے تو آنحضرت کی اس حدیث خیر القرون میں جو لفظ قرن وارد ہے اس سے بھی تمام دنیا کے لوگ مراد لینا اور انکا بہتر ہونا اور انکے تعامل کا حجت ہونا لازم آئیگا جس کا کوئی مسلمان قائل نہین ہو سکتا۔ **اس بیان سے** ثابت ہے کہ قادیانی فن حدیث سے ناواقف ہو کر ناحق دخل در معقولات دیتا ہے۔ اور احادیث صحیحہ کے غلط معنے کرکے انکو باہم متعارض ٹھراتا اور مسلمانون کو دھوکہ و ضلالت مین ڈالتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول سو برس والا واقع مین حدیث دجال کی متعارض نہین اور دجال کے موجود ہونے کی نفی کرتا۔

۵ جملہ احادیث کو یقینی الثبوت کہنے کا جواب بارہا دیا گیا۔ اور ان مین تعارض کا عدم وقوع بھی ظاہر کیا گیا۔ آپ بار بار اسی بات کا اعادہ کرتے اور خروج از بحث کا ارتکاب عمل مین لاتے ہین جسکی پانچوین دفعہ ہے۔

خروج [illegible] دفعہ ۵

آپکے سوال کا پورا پورا جواب دے چکا ہون۔ کیونکہ جس حالت مین یہ ثابت ہو گیا کہ حدیثین بوجہ اپنی ظنی حالت اور تعارض اور دوسری وجوہ کے یقین کامل کے مرتبہ پر نہین ہین اس لئے وہ بجز شہادت و موافقت قرآن کریم یا عدم مخالف اسکے حجت شرعی کے طور سے کام مین نہین آسکتین اور قانون روایت کے رو سے اونکا وہ پایہ ہرگز تسلیم نہین ہو سکتا جو قرآن کریم کا پایہ ہے۔ سو بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے۔

۲۰- جولائی　　مرزا غلام احمد　　۱۸۹۱ء

تحریر نمبر ۵ - از جانب خاکسار

آپنے میرے سوال کا جواب پھر بھی صاف نہین دیا۔ اور نفرمایا کہ احادیث کا قانون روایت بجز اس عقلی پیمانہ کے کہ موافق قرآن ہون تو مقبول ورنہ مردود یعنی پیمانہ صحت کیا ہے اور اصول روایت کے رو سے احادیث صحیحین صحیح ہین یا نہین

سلہ پورا چھوڑا ادھورا جواب بھی نہین دیا۔ اور نہین بتایا کہ احادیث صحیحین اصول روایت کی رو سے صحیح ہین یا سب کے سب غیر صحیح یا بعض صحیح بعض موضوع۔ ہمارے سوال کا یہی جواب تھا جسکا کوئی حصہ بھی آپ کی تمام کلام مین پایا نہین جاتا۔ پورا جواب کہان۔

۲ــہ احادیث صحیحین کا واجب العمل ہونا باوجود ظنی تسلیم ہونے کے شرط توافق قرآن کریم سے مشروط نہین۔ وہ احادیث بلا مراجعت قرآن واجب العمل ہین۔ اور کوئی حدیث صحیحین قرآن شریف کے مخالف نہین۔

۳ــہ یہ بیماپیہ ہونا کسنے کہا۔ اور کسنے اس سے سوال کیا۔ یہ چھٹی دفعہ آپنے بحث سے خروج کیا۔ کہ ایک ایسے امر سے تعرض کیا جس سے بحث و سوال نہ تھا۔

کہ آپکے کلام سے یہ مفہوم نکلتا ہوتا ہے کہ آپ کسی حدیث کو بخاری و مسلم کی کیون نہو صحیح و لائق قبول نہین جانتے جبتک کہ اوسکا مطابق قرآن ہونا ثابت نہو۔ و بناءً علیہ اُن کتب کی احادیث کی نسبت یہ عام حکم نہین لگاتے کہ وہ صحیح ہین یا موضوع ہین۔ اور نہ یہ تفصیل و تشقیق کرسکتے ہین کہ فلان حدیث صحیح ہے فلان موضوع بجز احادیث متعلقہ ابن صیاد و دجال جنکی ایک جانب کو آپ موضوع جانتے ہین۔ آپکے کلام کا یہی مطلب ہے تو آپ صرف ہان کہدین اور اوس کے ساتھ یہ بھی بیان فرماوین کہ اس اعتقاد و بیان مین سلف صالحین سے آپکا

---

۵۱ ہمارے اس اظہار مفہوم پر بعض دجاجلہ اتباع قادیانی نے اعتراض کیا ہے۔ کہ جب انکو اس مفہوم کا علم و اعتراف ہے تو پھر کیون لکھتے چلے گئے ہین کہ ہمارے سوال کا جواب نہین دیا۔ اس کے جواب دو ہین۔ اول یہ کہ اس مفہوم کی نسبت قادیانی اسی مقام مین یہ سوال کیا گیا "ہماری کلام کا یہی مطلب ہے تو صرف ہان کہدو" تو اسنے اسکے جواب مین ہان نہین کہا۔ لہذا سوال و استفسار کا حق رہا۔ جواب دوم یہ کہ یہ مفہوم قادیانی کے لفظ لفظ سے ٹپک رہا ہے۔ مگر ہم اس سے صاف اقرار کرانا چاہتے تھے۔ اور عوام اہل حدیث پر جو اسکو اہل حدیث اور قائل صحت صحیحین جانکر اسکے پنجہ مین پھنسے ہوئے ہین اسکا منکر صحت صحیحین ہونا اسکے اقرار سے ثابت کرنا پیش نظر رکھتے تھے۔ سو اگرچہ اسنے یہ صریح اقرار نہین کیا۔ مگر باربار کا مفہوم و اشارہ بھی صریح اقرار کے مانند ہو جاتا ہے۔ اسیوجہ سے ہمنے تحریر نمبر ۶ مین اسکو یقینی منکر صحت صحیحین ٹھہرا دیا اور اسپر جو حکم مناسب تھا لگایا۔

۵۲ یہ وہی سوال ہے جسکا ذکر حاشیہ سابق مین ہے۔ قادیانی نے اسکا جواب صاف

کون امام ہے - اور آپ سے پہلے کون اسکا قائل - اسکا مطلب کچہ اور ہے تو وہ بیان کرین نمبر ۲ - آپنے یہ بہی بیان کیا کہ تم کتب احادیث کا مرتبہ صحت قرآن کے برابر سمجھتے ہو - اسکی نسبت یہ سوال ہے کہ میرے کس لفظ سے آپنے یہ مطلب سمجھا ہے نمبر ۳ - آپنے یہ دعوی کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض احادیث اجتہادی فرمائی ہین - اس سے آپکا یہ مقصود ہے کہ وہ وحی الٰہی نہین ہے یا کچھ اور ہے یہی ہے تو فرمایئے کہ احادیث متعلقہ ابن صیاد اسی قسم اجتہادی سے ہین یا نہین - نمبر ۴ - آپنے لکھا ہے کہ صحابہ کا اسپر اجماع تھا کہ ابن صیاد دجال معہود ہے اس پر کتب حدیث مین کہان شہادت پائی جاتی ہے - جس سے اجماع ثابت ہو - مگر اسکے ساتھ یہ بہی بیان کرین کہ اجماع کی حقیقت کیا ہے - نمبر ۵ - آپنے دعوی کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابن صیاد کی نسبت فرمایا ہے - کہ مین اسکے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہون - کتب حدیث مین اسکا کہان ذکر ہے -

نمبر ۶ - آپ نے جو مضمون اشاعۃ السنۃ سے نقل کیا ہے - اوسکی تصحیح نقل کرین اور اس کے ساتھ یہ بھی بیان کرین کہ اس امر کی نسبت مین نے اپنا اعتقاد کیا ظاہر کیا ہے ان سوالات کا آپ جواب دین گے تو آپ کے طولانی جواب پر مفصل بحث ہوگی بلا حصول جواب سوالات مذکورہ اوسپر تفصیلی بحث نہین ہو سکتی -

۲۱ جولائے ابو سعید محمد حسین سنہ ۱۹۰۱ء

نہین دیا - اور "ہان" قلم و مونہہ سے نہ کہا -

ف ناظرین خیال رکھین کہ ہمنے کس اعتماد و بیان مین قادیانی کے امام کا نام دریافت کیا ہے - اور قادیانی نے جواب مین کس مسئلہ مین اپنے لئے امام کا غیر ضروری ہونا بتایا ہے

تحریر نمبر ۵ - از جانب قادیانی

میری طرف سے مکرر گذارش یہ ہے کہ ائمہ حدیث جس طور سے صحیح اور غیر صحیح حدیثون مین فرق کرتے ہین اور جو قاعدہ تنقید احادیث انہون نے بنایا ہوا ہے وہ تو ہر یک پر ظاہر ہے۔ کہ وہ راویون کی حالات پر نظر ڈالکر باعتبار انکے صدق یا کذب اور سلامت فہم یا عدم سلامت اور باعتبار انکے قوت حافظہ یا عدم حافظہ وغیرہ امور کے جنکا ذکر اس جگہ موجب تطویل ہے کسی حدیث کو صحیح یا غیر صحیح ہونے کی نسبت حکم دیتے ہین۔ مگر انکا کسی حدیث کی نسبت یہ کہنا کہ یہ صحیح ہے اسکے یہ معنے نہین ہین کہ وہ حدیث [illegible] امکان غلطی کا نہین بلکہ انکا [illegible] مطلب صحیح کہنے سے صرف اسقدر ہوتا ہے کہ وہ بخیال انکے ان آفات اور عیوب

---

۱ محدثین پر ظاہر ہونے مین کیا شک ہے۔ مگر آپ پر تو وہ قاعدہ تنقید ایسا مخفی ہے جیسے شب پر آفتاب۔ آپکے الفاظ "سلامت فہم وغیرہ" جنکی پیچھے کر (تحریر نمبری ۸) مین آپ تاویل کی ہے بتا رہی ہین۔ کہ آپ اس کوچہ مین کبھی نہین گزرے۔

۲ موجب تطویل نہ کہئے یہ فرمائیے ہمکو انکا علم نہین۔ مگر یہ تب ہو جبکہ آپ کو بے ریائی و انلاص سے کوئی تعلق ہو۔ یہان تو تمام سلسلہ کی بنا ہی بناوٹ اور جھوٹ اور تکلف اور نمایش پر ہے۔ پھر لا علمی کا اقرار کیونکر ہو۔

۳ حیقہ نبوت عمل کے لئے کافی ہے وہ تو کامل و مکمل احادیث صحیحین کو حاصل ہے۔ رہی آپ کی قید عدم امکان غلطی سو محض دھوکہ ہے۔ عمل کے لئے یہ امر ضروری نہین ہے اور حدیث صحیح باوجود امکان غلطی واجب العمل ہے۔

ٹہرا ہے جو غیر صحیح حدیثون مین پائے جاتے ہین اور ممکن ہے کہ ایک حدیث باوجود صحیح ہونے کے پہر بھی واقعی[ملہ] اور حقیقی طور پر صحیح نہو۔ غرض علم حدیث ایک ظنی علم ہے جو مفید ظن ہے۔ اگر کوئی اجگہہ یہ اعتراض کرے کہ اگر احادیث صرف مرتبہ ظن تک محدود ہین تو پھر اس سے لازم آتا ہے کہ صوم و صلوۃ و حج و زکوۃ وغیرہ اعمال جو محض حدیثون کے ذریعہ سے مفصل طور پر دریافت کئے گئے ہین وہ سب ظنی ہون تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بڑے دھوکہ کی بات ہے کہ ایسا سمجھا جائے کہ یہ تمام اعمال محض روایتی طور پر دریافت کئے گئے ہین۔ وبس بلکہ انکے یقینی ہونے کا یہ موجب ہے کہ سلسلہ تعامل ساتھ ساتھ چلا آیا ہے۔ اگر فرض کرلین کہ یہ فن حدیث دنیا مین پیدا نہوتا پھر بھی یہ سب اعمال و فرائض دین سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے یقینی طور پر معلوم ہوتے۔ خیال کرنا چاہئے کہ جس زمانہ

سلہ صحیحین کی احادیث واقعی صحیح نہون تو انکی صحت پر قسم کہانے سے کفارہ لازم آوے حالانکہ یہ کفارہ لازم نہین ہے۔ چنانچہ ہماری تحریر نمبری ۸۔ مین اسکا بیان آتا ہے ان کتابون کی صحت پر امت کا اتفاق واقعی صحت کا مثبت ہے۔ کیونکہ امت اپنے اتفاق مین معصوم ہے اسکا بیان بہی نمبری ۸۔ مین ہے۔

ملہ نماز روزہ و حج و زکوۃ وغیرہ اعمال اتفاقیہ کے ارکان گو تعامل سے ثابت و معلوم ہین۔ مگر انکی اختلافی اجزا و مسائل تعامل سے ثابت نہین۔ انکا ثبوت احادیث ہی سے ملتا ہے۔ حدیث نہو تو ان مسائل کے ثبوت کا پتہ نہ لگے۔ آن پر تعامل پایا جاتا تو انمین اختلاف واقع نہوتا۔ قادیانی جو ان سب کو تعامل سے ثابت بتاتا اور انکو یقینی ٹھراتا ہے۔ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ تعامل کے معنے جانتا ہے اور نہ ان اختلافات سے واقف ہے جو ان اعمال کی اجزا و مسائل مین پائے جاتے ہین۔ اسکی تفصیل بہی ہماری نمبری ۸۔ اور اسکے حواشی مین ہوگی۔

تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں کیا اسوقت تک لوگ حج نہیں کرتے تھے یا نماز نہیں پڑھتے تھے یا زکوۃ نہیں دیتے تھے۔ ہان اگر یہ صورت پیش آتی کہ لوگ ان تمام احکام و اعمال کو یکدفعہ چھوڑ بیٹھتے اور صرف روایتون کے ذریعہ سے وہ باتین جمع کی جاتین تو بے شک یہ درجہ یقین و ثبوت تام جو اب انہین پایا جاتا ہے ہرگز نہوتا سو یہ ایک دھوکہ ہے کہ ایسا خیال کر لیا جائے کہ احادیث کے ذریعہ سے صوم و صلوٰۃ وغیرہ تفاصیل معلوم ہوئی ہین بلکہ وہ سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے معلوم ہوتے چلے آئے ہین۔ اور درحقیقت اس سلسلہ کو فن حدیث سے کچھ تعلق نہیں وہ تو طبعی طور پر ہر ایک مذہب کو لازم پڑا ہوا ہوتا ہے۔ اور میرا مذہب احادیث بخاری اور مسلم کی نسبت یہ نہیں ہے کہ مین خواہ نخواہ انکی کسی حدیث کو موضوع قرار دون بلکہ مین ہر ایک حدیث کو

حاشیہ ۱: [illegible] مقرری احادیث وہی نہیں کہلاتین جو کسی کتاب مین جمع ہون اور لکھی جا چکی ہون۔ صدر اول مین تو احادیث زبانی روایت کیجاتی تھین اور سینون مین محفوظ تھین۔ اور ان ہی حدیثون کی ہدایت کے موافق صدر اول کے لوگ نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ اعمال و ارکان اسلام بجالاتے اور کسی وقت مین وہ احادیث سے مستغنی نہین ہوئے۔ حدیث نہوتی تو اسلام کے ایک رکن پر مطلق عمل جاری نہوتا۔ تعامل کیسا اور کسکا۔

۲: ان اعمال کے جملہ ارکان و مسائل کا یقینی ثبوت انکو ہوگا۔ مسلمان تو عموماً اون کی اختلافی تفصیلات کے لئے وہی مرتبہ ثبوت تجویز کرتے ہین جو احادیث صحیحہ کا مرتبہ ثبوت ہے۔ یعنی ثبوت بظن غالب یہی وجہ ہے کہ ان اختلافی مسائل مین ایک فریق دوسرے کی تکفیر و تفسیق نہین کرتا۔

۳: خواہ مخواہ کیون موضوع کہینگے۔ آپ کوئی وجہ نکالکر موضوع قرار دینگے۔ مخالفت قرآن کی وجہ وجیہ آپ کو ہاتھ لگ گئی ہے۔ جس حدیث کو چاہا مخالف قرآن قرار

قرآن کریم پر پیش کرنا ضروری سمجھتاہون - اگر قرآن کریم کی کوئی آیت صاف اور کھلے
کھلے طور پر انکی مخالف نہو تو مین بسر وچشم اسکو قبول کرونگا-بلکہ اگر مخالفت بھی ہو تو
کوشش کرونگا- کہ وہ مخالفت اوٹھ جاوے لیکن اگر کسی طور سے وہ مخالفت دور نہ ہوسکے
تو پھر البتہ کھونگا کہ اس حدیث کے بیان کرنے مین تغیر الفاظ یا پیرایہ بیان مین کچھ
فرق آگیا ہوگا یا جو کچھ کسی صحابی نے بیان فرمایا ہوگا اسکے تمام الفاظ تابعی وغیرہ کے
حافظہ مین محفوظ نہین رہے ہونگے - مگر ابتک تو مجھے ایسا اتفاق نہین ہوا کہ بخاری
یا مسلم کی کوئی حدیث صریح مخالف قرآن مجکو ملی ہو- جسکی مین کسی وجہ سے تطبیق نہ
کرسکا بلکہ جو کچھ بعض احادیث مین کچھ تعارض پایا جاتا ہے خدا تعالی نے اس تعارض کو دور کرنیکی مجھے بھی
راہ دکھائی ہے-

دیگر موضوع قرار دیدیا- جیسا کہ احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح کو آپنے
مخالف قرآن وتوحید قرآن قرار دیکر موضوع قرار دیدیا ہے نمبر۴ کے
صٓ۱۱۱- ۱۲۵- ۱۲۷ مین فتوے ملاحظہ ہو-

اور۲ جس طور سے تطبیق احادیث بقرآن آپ کرتے اور اسکو خدا کی مدد سمجھتے ہین
وہ صریح انکار احادیث سے بدتر ہے- آپ اگر ان احادیث کی نسبت (جنکو
بزعم خود قرآن کے مخالف سمجھتے) صاف یہ کھدین کہ یہ احادیث موضوع ہین تو
اس سے اسلام اور مسلمانون کا کچھ نقصان نہو- مسلمان اس دعوے
موضوعیت مین آپ کو مبتدع سمجھین اور ان احادیث کا موافق قرآن ہونا
علماء اسلام دریافت کرلین - مگر جب ناواقف اردو خوان مسلمان آپ کی
کلام مین ان احادیث کو قرآن سے تطبیق دیکھتے ہین اور ایسے ایسی معانی سنتے
ہین - جو زمانہ حضرت رسالت سے اسوقت تک کسی مسلمان کے خیال

ہان ہین دعوے

مین نہین آئی تو وہ اس سے سخت گمراہ ہوتے ہین۔ اور وہ ان احادیث کے ظاہری معانی کو جو ابتدا سے آجتک مسلمانون مین متوارث چلے آئے ہین اور حقارت کی نگاہ سے دیکھکر انسے انکاری ہو جاتے ہین جسکا نتیجہ ہوگا کہ وہ رفتہ رفتہ پورے ملحد و باطنی ہو جائینگے۔ اور صوم و صلوۃ کی ظاہری معانی سے ہی انکار کرینگے۔ اسکی تمثیلات فتنے کو اور ریویو مین بکثرت بیان ہوگئی ہین اس مقام مین ایک مثال ذکر کی جاتی ہے۔

حدیث اتفاقی صحیحین مین آیا ہے کہ مسیح آئینگے تو وہ خنازیر کو قتل کرینگے جس سے مراد یہ کہ وہ خنزیر پالنے اور اسکو کام مین لانے کو موقوف کر دینگے۔ موجودہ خنزیرون کو قتل کا حکم دینگے اور آیندہ خنزیر رکھنے سے لوگون کو روک دینگے۔

آپنے جب دیکھا کہ عام دنیا کو خنزیر پالنے سے روکنا تو ریاست و سیاست کا کام ہے۔ اور حاکم وقت کے سوا کسی سے ممکن نہین ہے۔ اور آپ کا حکم تو خاص کر قادیان کے ایک محلہ مین ہی نہین چلتا۔ حکم کیسا آپکو تو اپنی جان بچانے کی لالی پڑی ہوئی ہیں۔ قادیان ہین سے چھپکر زندگی بسر کر رہے ہین۔ دہلی گئے تو پولیس کی پناہ مین رہے۔ پہر آپ مسیح موعود بنین تو کیونکر بنین یہ سوچکر آپنے پہلے اس حدیث کے معنے کو بگاڑا۔ اور اسکو لائق کر دیا کہ آپکے بے علم اتباع کی نظر مین انکا مخالف قرآن ہونا دکھائی دے۔ اور کہا کہ اس حدیث کے ظاہری معنے یہ ہین کہ حضرت مسیح جنگلون مین خنزیرون کا شکار کھیلتے پہرینگے۔ اور چوہڑی (رینگی) اور سانسی (پنجاب مین ایک قوم ہے جو چوہڑون کی طرح مردار کہاتے ہین) گہنڈ بیے اور سکھ اور شکاری کتے آپکے ساتھ ہون گے۔

نہین کر سکتا

پہران معنے کے مخالف قرآن نے کے نبوت بین فرمایا کہ یہ معنے نبی کی اس شان کے برخلاف ہین جو قرآن کریم سے ثابت ہے۔ لہذا یہ حدیث اپنے ظاہری معنے کے روسے قرآن کریم کے مخالف ہے۔ پہر اسحدیث کے قرآن سے تطبیق کرنے کی غرض سے اسکی یہ تاویل فرمائی کہ اسحدیث مین خنزیر سے خنزیر صفت انسان مراد ہین اور قتل سے انکا مغلوب کرنا۔ اور اس معنے سے یہ حدیث قرآن کے موافق ہوسکتی ہے۔ (دیکھو توضیح مرام صفحہ ۱۳ اور ازالہ صفحہ ۱۲ وغیرہ)۔

اس تاویل و تطبیق قادیانی کو جو لوگ مان چکے ہین وہ قتل خنزیر کے ظاہری معنے پر خوب قہقہے اڑا رہے ہین اور تمام مسلمانون کو جو زمانہ رسالت سے اسوقت تک اسکے ظاہری معنے مراد سمجہتے چلے آئے ہین یہ گمان کر بیٹھے ہین کہ وہ حضرت مسیح کی نسبت خنزیرون کا شکار کھیلنے اور چوہڑون اور چمارون اور کہنڈیلون اور کتون کو ساتھ لیکر جنگلون مین دوڑتے پہرنے کا اعتقاد رکھتے چلے آئے ہین اور اس گمان سے وہ نصوص نبویہ اور قرآنیہ کے ظاہری معنے مراد لینے کو ایک نہایت شرمناک اور غیر مہذبانہ و احمقانہ خیال سمجہنے لگے ہین۔ جسکا عنقریب یہ نتیجہ ظاہر ہوگا کہ وہ آیات حرمت خنزیر مین بہی خنزیر سے خنزیر صفت انسان مراد لینگے۔ اور اصلی خنزیر کو حلال سمجہکر نوش جان فرمائینگے

اس اصول پر وہ نماز و روزہ و حج زکوٰۃ کی نصوص وہ تاویلین کرینگے جو فتوحات صفحہ ۱۴ مین باطنیہ سے منقول ہوئی ہین۔ اسوقت تک تو وہ احادیث کے ظاہری معانی پر قہقہے اڑا رہے ہین۔ چند روز کے بعد جب اصول تاویل قادیانی انکے خیال مین استحکام کے ساتھ جاگزین ہوگا تو وہ آیات قرآن کے ظاہری